OPEN ACCESS
RUSHAD
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Lahore Insititute for Social Scicnces, Lahore.*

ISSN (Print): 2411-9482
ISSN (Online): 2414-3138
Jul-Dec-2021
Vol: 2, Issue: 2
Email: journalrushd@gmail.com
OJS: https://rushdjournal.com/index

ڈاکٹر قاری رشید احمد تھانوی[1]

اردو ترجمہ قرآن میں قراءات سے استفادہ

(برصغیر کے دو اردو تراجم قرآن کا ایک جائزہ)

Abstract

Different Qira,at of the Quran, whether shaaz or Mutawatir, play an important role in understanding its meaning. Qira,at have also been used in important Arabic Tafasir to explain the meaning of Qur'anic words and verses. However, just as the science of Qira,at has not spread widely in our subcontinent, scholars who translated the Qur'an did not make extensive use of Qira,at to explain the meaning during translation. Qira,at, on the other hand, are the Qur'an itself, and are more essential than other arguments in explaining the meaning of Qur'anic words. However, a few translators have taken care of them to some extent while translating the Qur'an. This article examines the translations of the Qur'an by two Urdu translators, Maulana Ashraf Ali Thanwi and Maulana Fateh Muhammad Jalandhari, to see how much they benefited from a variety of Qira,at while translating.

Keywords. ترجمہ قرآن، قراءات، بیان القرآن، فتح الحمید

قرآن مجید کا ایسا جامع ترجمہ کرنا ناممکن حد تک مشکل کام ہے جس میں بغیر کسی تفسیری وضاحت کے قرآن

---

[1] انچارج قسم القراءات، جامعہ دارالعلوم ا لإسلامیہ، لاہور۔

کے مرادی معنیٰ کا پورے طور پر ابلاغ ہو جائے۔ کیونکہ قرآن مجید کے وسیع مطالب اور معانی غیر زبان میں سمو دینا سمندر کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ اسی طرح ایسا ترجمہ جو کسی تفسیر کی بنیاد نہ بن سکے بے مقصد بن جاتا ہے۔ اور ان مشکل وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ قرآن حکیم میں پائی جانے والی قراءات بھی ہیں۔ کیونکہ جب کسی کلمہ قرآنی میں دو متواتر قراءتیں ہوں تو مفسرین وفقہاء کے نزدیک وہ دو آیات کی طرح ہیں۔ ان کی تفسیر اسی طرح کی جائے گی جس طرح ایک مسئلہ میں وارد دو آیات کی تفسیر کی جاتی ہے۔

چنانچہ امام ابو بکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وها تان القراءتان قد نزل بهما القرآن جميعا ونقلتها الأمّة تلقّيا من رسو ل الله ﷺ."[1]

”ان دونوں قراءات کے ساتھ قرآن نازل ہوا ہے۔ اور امت نے ان کو نبی کریم ﷺ سے حاصل کیا ہے۔“

مزید لکھتے ہیں:

"وأيضا فإن القراءتين كالآيتين."[2]

”اور دو قراءات دو آیتوں کی مانند ہیں۔“

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"إِذْ الْقِرَاءَتَانِ كَالْآيَتَيْنِ وَالسُّنَّةُ الثَّابِتَةُ لَا تُخَالِفُ كِتَابَ اللهِ بَلْ تُوَافِقُهُ وَتُصَدِّقُهُ"[3]

”اس لئے کہ دو قراءتیں دو آیتوں کے جیسی ہوتی ہیں اور سنتِ ثابتہ کتاب اللہ کے مخالف نہیں ہو سکتی بلکہ وہ تو اس کے موافق ہوتی ہے اور اس کی تصدیق کرتی ہے۔“

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اصول کی وضاحت یوں کی ہے:

" ومن القواعد الأصولية عند الطائفتين أن القراءتين المتواترتين إذا تعارضتا في

---

1 جصاص، أحمد بن علي أبو بكر الرازي، أحكام القرآن، (بيروت: دارالكتب العلمية، 1994ء)، 2: 433۔

2 ایضاً، 2: 435۔

3 إبن تيمية، تقي الدين أبو العباس أحمد، مجموع الفتاوى، (المدينة النبوية: مجمع الملك فهد، 1995ء، 2: 131۔

آية واحدة فلهما حكم آيتين." [1]

"اصولی قواعد میں سے، دونوں جماعتوں کے نزدیک، ایک یہ ہے کہ ایک آیت میں جب متواتر قراءتیں متعارض ہوجائیں تو وہ آیتوں ہی کی طرح ہیں۔"

اس مختصر مقالہ میں برصغیر کے دو اردو تراجم: بیان القرآن از مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ[2] اور فتح الحمید از مولانا فتح محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ[3] کے مقبول عام ترجمہ قرآن کا ایک مختصر جائزہ لیا جائے گا اور ایک تقابلی مطالعہ کیا جائے گا کہ ان دونوں تراجم میں "قراءاتِ قرآنیہ" کے معاملہ میں کیا اسلوب اختیار کیا گیا ہے، قراءات کو کس قدر ملحوظ رکھا گیا ہے، اور کہاں تک نظر انداز کیا گیا ہے۔ اس مقالہ میں بیان القرآن کے انتخاب کی بنیاد یہ ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلافِ قراءات کو خاص اہتمام کے ساتھ اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اور "وجوہ المثاني مع توجیه الکلمات والمعاني" کے عنوان کے تحت تمام متواتر قراءات کی ایک جامع فہرست بھی مہیا کی ہے۔ چنانچہ وجوہ المثانی کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"فلطا لما كان يختلج فى قلبي أن أجمع رسالة وجيزة تكفل القراءات السبعة المتواترة مع توجيه معاني أو أعاريبه الكون الكتب الدرسية فى الهند خالية عن مثل هذا الكتاب."[4]

"ایک طویل عرصہ سے میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ میں ایک ایسا مختصر سا رسالہ لکھوں جس میں قراءات سبعہ متواترہ کو ان کے معانی و اعراب کی توجیہ کے ساتھ جمع کروں؛ کیونکہ ہندوستان میں درسی کتب کا ذخیرہ اس طرح کی کتاب سے خالی ہے۔"

نیز مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ قرآن میں بھی اختلافِ قراءات کا لحاظ کیا ہے۔

---

[1] آلوسي، شهاب الدين محمود، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، (بيروت: دار الكتب العلمية، 1414ھ)، 3: 246۔

[2] محمد اشرف على تهانوى، مولانا: تفسير بيان القرآن (ملتان: اداره تاليفات اشرفيه، س ن)

[3] فتح محمد جالندهرى، مولانا، القرآن الكريم اردو ترجمه، فتح الحميد، (اسلام آباد: دعوه اكيڈمى، بين الاقوامى اسلامى يونيورسٹى، 2006ء)،۔

[4] وجوه المثانى مع توجيه الكلمات والمعانى، رساله ملحقه بتفسير بيان القرآن، 1: 180۔

پہلی مثال

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 222 میں جملہ: وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرنَ فَإِذَا تَطَهَّرنَ کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں:

"اور اُن سے قربت مت کیا کرو جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جاویں، پھر جب وہ اچھی طرح پاک ہو جاویں۔"

اس کے حاشیہ میں الفقہ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"حتّٰی یَطهُرنَ، هی عند الشافعی الاغتسال بعد الانقطاع، قالوا ویدل علیه صریحا قراءة حمزة والكسائی: یَطَّهَّرنَ بالتشدید ای یَتَطَهَّرنَ، وصیغة المبالغة یستفاد منه الطهارة الكاملة، ویدل علیه فإذا تطهرن بالفاء وصیغة المبالغة، وقالت الحنفیة: إن القراء تین بمنزلة الآیتین فحملوا إحداهماعلی مادون العشرة، والأخری علی تمام العشرة، والفاء لمجرد الارتباط من غیر وجود معنی التأخر فیه، وأیضا لانسلم أن التطهر لیس إلا بالاغتسال، فإنه یمکن حمله علی تیقّن الانقطاع وعدم بقاء الریب فیه، كما أشرت إلیه فی الترجمة." [1]

"حتّٰی یَطهُرنَ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خون بند ہونے کے بعد غسل کر لینا مراد ہے، اور دلیل میں شوافع کہتے ہیں کہ امام حمزۃ رحمۃ اللہ علیہ اور امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تشدید والی قراءت: یَطَّهَّرنَ اس پر صریح دلالت کرتی ہے۔ یعنی خوب پاکی حاصل کر لیں۔ اور مبالغہ والے صیغہ سے طہارت کاملہ کا معنی حاصل ہوتا ہے، اور اس پر فَإِذَا تَطَهَّرنَ کا فاء کے ساتھ ہونا دلالت کرتا ہے۔ جبکہ حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ دو قراءتیں دو آیتوں کے قائم مقام ہوتی ہیں، لہٰذا انہوں نے ایک قراءت کو دس دن سے کم کے معنی پر محمول کیا اور دوسری قراءت کو دس دن کی مدت پوری ہونے کے معنی پر محمول کیا۔ اور فاء محض ارتباط کے لیے آئی ہے، اس میں تأخر کا معنی ملحوظ نہیں ہے، اور ہم یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ خوب پاکی صرف غسل سے ہی حاصل ہوتی ہے؛ کیونکہ یہاں اس کو انقطاع کا یقین ہو جانے اور شک ختم ہو جانے پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ میں نے ترجمہ میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔"

---

[1] بیان القرآن، 1: 128-

جبکہ فتح الحمید میں مذکورہ آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے: اور جب تک پاک نہ ہو جائیں ان سے مقاربت نہ کرو۔ ہاں جب پاک ہو جائیں تو۔[1] یہ ترجمہ دونوں قراءتوں کے مفہوم کو شامل نہیں ہے۔

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا قراءات کے لحاظ میں منہج

تفسیر بیان القرآن کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا تھانویؒ نے تفسیر بیان القرآن میں قراءات متواترہ کو ملحوظ رکھنے کا التزام کیا ہے، اور قراءات شاذہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اس مقصد کے لیے چار طریقے اختیار کیے ہیں:

الف: بعض مقامات پر الفاظ کا ترجمہ ایسا کیا ہے کہ اس میں مختلف قراءات کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

ب: بعض مقامات پر وضاحت اور تفسیر کرتے وقت بین القوسین مختلف قراءات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ج: کہیں صرف حواشی میں "اختلاف القراء ۃ" کے عنوان سے مختلف قراءات اور ان کی توجیہ بھی کی ہیں۔

د: ایک مکمل رسالہ کی صورت میں تمام متواتر اختلافات کی قرآنی ترتیب کے مطابق فہرست مہیا کی ہے اور اس میں بھی متعدد مقامات پر توجیہ القراءات اور ان کے معانی سے بحث کی ہے۔ آئندہ صفحات میں اس کی مزید چند مثالیں پیش کی جائیں گی۔

مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کا قراءات کے لحاظ میں منہج

مولانا فتح محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن موسوم بہ فتح الحمید کا جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ قراءات کا التزام تو نہیں کیا لیکن چند مقامات پر ترجمہ میں قراءات کا بلاواسطہ یا بالواسطہ لحاظ بھی کیا ہے۔ البتہ کچھ مقامات پر تشنگی محسوس ہوتی ہے، اگر وہاں بھی قراءات کا لحاظ کیا جاتا تو ترجمہ زیادہ جامع اور مکمل ہو جاتا۔

دوسری مثال

ان مقامات میں سے جہاں ایک جامع ترجمہ دونوں قراءتوں کے معنی کو سمو لیتا ہے، اس کی مثال درج ذیل ہے:

سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 6 میں اِنۡ جَآءَكُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوۡا کا ترجمہ مولانا جالندھر نے یوں کیا ہے:

---

[1] فتح محمد جالندھری: حوالہ مذکور،:119-

"اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لیکر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔"[1]

اور بیان القرآن میں اسی آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔"

"خوب تحقیق" ایک جامع ترجمہ ہے کیونکہ دراصل کلمہ قرآنی فَتَبَيَّنُوا میں دوسری قراءت فَتَثَبَّتُوا ہے۔[2] فتبينوا اس کا مادہ "بین" ہے اور یہ باب تفعّل ہے، اور دوسری قراءت فتثبتوا ہے یہ بھی باب تفعّل سے ہے لیکن اس کا مادہ "ثبت" ہے۔ امام ابن خالویہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"يقرأ بالياء من التبيّن وبالتاء من التثبّت. والأمر بينهما قريبٌ لأنّ مَن تَبيّنَ فقد تثبّتَ ومن تثبّتَ فقد تَبيّنَ." [3]

"یا سے پڑھا جائے تو تبین سے، اور تا کے ساتھ تثبت سے ہے۔ اور امر ان دونوں میں قریب ہے۔ کیونکہ جو شخص معاملہ کو کھول کر واضح کر دے، تو اس کو ثبوت بھی مل جاتا ہے۔ اور جو ثبوت حاصل کر لے، معاملہ اس پر واضح ہو جاتا ہے۔"

لیکن امام قیسی رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر اس سے مختلف ہے، لکھتے ہیں:

"وليس كل من تثبّت في أمر تبيّنه. قد يتثبّت ولا يتبيّن له الأمر فالتبيّن أعمّ من التثبت في المعنى لاشتماله على التثبّت."[4]

اسی طرح امام ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وقال قوم تبيّنوا أبلغُ وأشدّ من تثبّتوا ؛لأنّ المتثبّت قد لايتبيّن." [5]

گویا ان دونوں حضرات کے نزدیک تبین عام ہے، اس کے معنی میں ثبوت بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن تثبت خاص ہے، اس میں تبین کی اور وضاحت ضروری نہیں ہے۔ یعنی ایسا ہو سکتا ہے کہ کسی معاملہ کا ثبوت اور دلیل تو مل

---

1 فتح محمد جالندھری: حوالہ مذکور: 1221۔

2 تھانوی، اشرف علی، مولانا، وجوہ المثانی مع توجيه الكلمات والمعانی، ()، 2: 180؛ 11: 137

3 الحسين بن أحمد بن خالويه، الحجة في القراءات السبع، (بيروت: دار الشروق، 1401ھ): 126۔

4 القيسي، أبو محمد بن أبي طالب بن مختار، الكشف عن وجوه القراءات السبع، (بيروت: مؤسسة الرسالة، س ن)، 1: 395، 394۔

5 عبد الحق بن غالب أبو محمد، المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز، (بيروت: دار الكتب العلمية، 1422ھ)، 2: 96۔

جائے لیکن وہ واضح اور قابل فہم نہ ہو۔ اگرچہ یہ دونوں قراءتیں قریب المعنی تو ہیں لیکن ان دونوں کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی معاملہ کی وضاحت اور تبیین میں تثبت یعنی تحمل اور اتنا ٹھہراؤ اختیار کیا جائے، اور جلد بازی نہ کی جائے، یہاں تک کہ حقیقت بالکل کھل کر واضح ہو جائے۔

جیسا کہ مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"فتبیّنوا یہ ظاہر کر رہا ہے کہ ایسی خبر پر اس وقت تک عمل جائز نہیں جب تک اسکی پوری وضاحت نہ کر لی جائے۔ اور ایک قراءت میں یہ لفظ فتثبتوا پڑھا گیا ہے۔ یعنی اس کی دلیل حاصل کر لو۔" [1]

ان دونوں قراءتوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی خبر کی تحقیق کے دو پہلو ہوتے ہیں:

1۔ درایت　　　　2۔ روایت

لہٰذا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ فتبیّنوا والی قراءت سے درایت اور فتثبّتوا والی قراءت سے روایت کی طرف اشارہ ہے۔ اور "خوب تحقیق" والا ترجمہ ان دونوں پہلوؤں کا جامع ہے۔

تیسری مثال

اس مقام پر دونوں تراجم میں ایک شاذ قراءت کو ملحوظ رکھ کر ترجمہ کیا گیا ہے، سورۃ النور کی آیت نمبر 60 میں لفظ: ثِیَابَھُنَّ کے ترجمہ کے ساتھ فتح الحمید میں ان الفاظ کا اضافہ کیا گیا ہے:

"اور وہ کپڑے اتار (کر سر ننگا کر) لیا کریں [یعنی، وہ اگر اپنی چادر اتار کر رکھ دیں] تو ان پر کچھ گناہ نہیں۔" [2]

اور بیان القرآن میں یوں ترجمہ کیا گیا ہے:۔ ان کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار رکھیں۔ یعنی ترجمہ کے متن میں تو کوئی لفظ نہیں بڑھایا گیا ہے۔ البتہ بیان القرآن میں تفسیری ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

۔۔۔ اُن کو (البتہ) اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ اپنے (زائد) کپڑے (جس سے چہرہ وغیرہ چھپا رہتا ہے، غیر محرم کے روبرو) اتار رکھیں۔۔ [3]

---

[1] کاندھلوی ادریس، معارف القرآن، (شہدادپور: مکتبہ المعارف، پاکستان، 1422ھ)،: 6، 452۔

[2] فتح محمد جالندھری: حوالہ مذکور: 833۔

[3] بیان القران، 8: 32۔ 33۔

دراصل یہاں تین شاذ قراءتیں اور بھی ہیں:

1۔أن يّضعْنَ مِنْ ثِيَابِهِنَّ یہ قراءت حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت اُبیّ بن کعب پڑھا کرتے تھے۔ اور انہی تینوں صحابہ کرام سے ایک قراءت اور مروی ہے:

2۔أن يّضعْنَ جَلابِيبَهُنَّ۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود سے ایک قراءت اور مروی ہے:

3۔أن يّضعْنَ مِنْ جَلابِيبِهِنَّ۔[1]

یہ تینوں شاذ قراءات ہیں، اس لیے کہ یہ مصاحف عثمانیہ میں لکھی ہوئی نہیں ہیں۔ البتہ تفسیر میں یہ قراءات قولِ صحابی، یا اگر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو تو خبر واحد کا درجہ رکھتی ہیں۔[2]

چوتھی مثال

آیت قرآنیہ:

﴿ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ﴾[3]

کا ترجمہ بیان القرآن میں اس طرح کیا گیا ہے:

"پھر بے شک آپ کا رب ایسے لوگوں کیلئے جنھوں نے مبتلائے کفر ہونے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور قائم رہے، تو آپ کا رب ان کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔"

جبکہ اسی آیت کا ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں کیا ہے: پھر جن لوگوں نے ایذائیں اٹھانے کے بعد ترک وطن کیا پھر جہاد کیے اور ثابت قدم رہے، تمھارا پروردگار ان کو بے شک ان (آزمائشوں) کے بعد بخشنے والا (اور ان پر) رحمت کرنے والا ہے۔[4]

---

[1] السيوطي، عبدالرحمن بن أبي بكر، الدر المنثور، (بيروت: دار الفكر، 2011ء)، 11: 110

[2] محب الله بن عبدالشكور الهندي البهاري، الدر المنثور، (مصر: المطبع الحسينية المصرية، 2017ء)، 151:

[3] النحل، 16: 110۔

[4] فتح محمد جالندھری: حوالہ مذکور، 657۔

دراصل کلمہ فُتِنوا میں دو قراءتیں ہیں ایک صیغہ معروف کے ساتھ اور دوسری صیغہ مجہول کے ساتھ۔[1] چنانچہ "ایذاء اٹھانا" تو صرف صیغہ مجہول کا ترجمہ بنتا ہے، اور "مبتلائے کفر ہونا" یہ صیغہ معروف کے معنی کی طرف بھی اشارہ دے رہا ہے۔

امام مکی ابن ابی طالب القیسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"قرأه ابن عامر بفتح الفاء والتاء على معنًى من بعد ما فَتَنُوا غيرَهم أي عذَّبوا غيرَهم على الدّين ليرتدّ وا عن الإسلام، ثمّ اٰمنوا وهاجروا، فالله غفور لفعلِهِمْ."[2]

"ابن عامر نے صیغہ معروف سے پڑھا ہے، اس معنی پر کہ دوسروں کو دین کی بنا پر تکلیف دینے کے بعد تاکہ وہ اسلام سے پھر جائیں، پھر وہی لوگ ایمان لے آئے، اور ہجرت کر لی، تو اللہ ان کے اس (تکلیفیں دینے والے) فعل کو معاف کرنے والا ہے۔"

یعنی صیغہ معروف کی قراءت پر معنی یہ ہوا کہ وہ لوگ جنہوں نے اسلام لانے سے پہلے مومنوں کو تکلیفیں دیں اور ان کو پریشان کیا، لیکن بعد میں وہ مسلمان ہوگئے اور ہجرت کر لی تو اسلام لانے سے ان کا یہ گناہ معاف ہو جائیگا۔

اسی معنی کی ایک حدیث بھی ہے:

«إنّ الإسلام يهدِمُ ماكانَ قبلَهُ»[3]

"اسلام اپنے سے پہلی ہر چیز کو منہدم کر دیتا ہے۔"

امام قیسی مزید لکھتے ہیں:

"ويجوز أن يكون المعنى فَتَنُوْا أنفسَهم بإظهارما أظهروا من الكفر للتقية."[4]

---

[1] الجزري،شمس الدين أبو الخير،النشر في القراءات العشر،(بيروت:المطبعة التجارية الكبرى،س ن)، 2: 305

[2] الاندلسي،مکی بن ابی طالب ابومحمد،الكشف عن وجوه القراءات السبع،(بيروت: مؤسسة الرسالة، س ن)، 2: 41۔

[3] القشيري،مسلم بن الحجاج،امام،صحيح مسلم،كتاب الإيمان،بَابُ كَوْنِ الْإِسْلَامِ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ، (رياض: دارالسلام،2007ء)،رقم: 121-

[4] الاندلسي،الكشف عن وجوه القراءات السبع،1: 394،395۔

"یہ معنیٰ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو، تقیہ کرتے ہوئے کفر کا اظہار کر کے، فتنہ میں ڈالا۔"

اور دوسری قراءت جو کہ صیغہ مجہول کیساتھ ہے، اس کا معنی یہ بیان کرتے ہیں:

"عُذِّبوا فی الله وحُملوا علی الارتدادِ عَن دینِهِمْ" [1]

"وہ اللہ کے راستے میں تکلیفیں دیئے گئے، اور دین سے پھر جانے پر مجبور کیے گئے۔"

پانچویں مثال

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ [2]

بیان القرآن میں اس آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دیدی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اِس وجہ سے ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُن کے غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔" [3]

مولانا تھانوی بیان القرآن کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"فی قراءةٍ یقاتلون مبنیا للفاعل ای الذین یریدون للقتال ویحرصون علیه." [4]

"یقاتلون ایک قراءت میں معروف ہے۔ مراد وہ لوگ ہیں جو قتال کی خواہش اور ارادہ کر رہے ہیں۔"

فتح الحمید میں اس آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔" [5]

مذکورہ آیت کا ترجمہ دونوں تراجم کے متن میں صرف صیغہ مجہول کا کیا گیا ہے، جس سے دفاعی جہاد ثابت

---

1 الأندلسي، الكشف عن وجوه القراءات السبع، 1: 394،395۔

2 سورة الحج، 22: 39۔

3 النشر فی القراء ات العشر، 2: 326-

4 بیان القرآن، 7: 76-

5 فتح محمد جالندھری: حواله مذکور: 785۔

ہوتا ہے۔ جبکہ صیغہ معروف والی قراءت سے اقدامی جہاد کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اگرچہ اقدامی جہاد بھی ماضی میں کیے جانے والے ظلم کی وجہ سے ہی جائز ہوا ہے، لیکن فی الحال اس کی صورت اقدامی جہاد کی بنتی ہے۔ بیان القرآن میں حاشیہ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جبکہ فتح الحمید میں اختیار کیے گئے ترجمہ میں اس کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔

چھٹی مثال

﴿وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾[1]

اس آیت کا ترجمہ بیان القرآن میں یہ کیا گیا ہے:

"اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا، تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔"[2]

اور فتح الحمید میں اس طرح کیا گیا ہے:

"اور جو ان کو مجبور کرے گا تو ان (بیچاریوں) کے مجبور کیے جانے کے بعد اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"[3]

ان دونوں تراجم میں اس مقام پر ایک شاذ قراءت کا لحاظ کیا گیا ہے۔ کیونکہ چند صحابہ کرام اسے یوں پڑھا کرتے تھے:

﴿فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾[4]

اس شاذ قراءت سے آیت کے معنی کی بالکل وضاحت ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس قراءت کو ملحوظ رکھنا ایک اہم اشکال کو دور کر دیتا ہے۔

---

1 سورة النور،24: 33۔

2 بيان القرآن،8: 19۔

3 فتح محمد جالندھری:فتح الحميد:825۔

4 أحمد مختار عمر،معجم القراءا ت القرآنية،4: 251۔

ساتویں مثال

﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ﴾[1]

کلمہ "عبدہ" میں دوسری متواتر قراءت عبادہ صیغہ جمع کے ساتھ ہے۔[2]

چنانچہ اس آیت کا ترجمہ بیان القرآن میں یوں کیا گیا ہے: کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے لیے کافی نہیں۔۔۔ اور حاشیہ میں اس قراءت کا تذکرہ کیا گیا ہے اور تفسیر میں ان الفاظ کا اضافہ کیا گیا ہے جن سے دوسری قراءت کی طرف اشارہ ہوتا ہے:

"کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ (خاص محمد ﷺ کی حفاظت کے لیے کافی نہیں) یعنی وہ تو سب ہی کی حفاظت کے لیے کافی ہے۔ خصوصا اپنے محبوب بندے کے لیے کیوں نہ کافی ہوگا؟"

دراصل مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تفسیری وضاحت کو صیغہ جمع والی قراءت کی بنیاد پر اختیار کیا ہے، چنانچہ حاشیہ میں "اختلاف القراءۃ" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"قراء الكسائى وحمزة عِبَادَه بالجمع وفسّر بالانبياء والمؤمنين."[3]

جبکہ فتح الحمید میں صرف ایک قراءت یعنی صیغہ واحد کے مطابق ہی ترجمہ کیا گیا ہے۔[4]

اگرچہ دوسری قراءت کو ترجمہ میں نظر انداز کرنے سے اس کے معنی کا انکار تو لازم نہیں آتا، لیکن بہر حال ایک کمی واقع ہو جاتی ہے، خاص طور پر جب قراءت متواتر بھی ہو۔ اور اگر القراءتان کالآیتین کا اصول مد نظر رکھیں تو گویا ایک "مستقل آیت" کا ترجمہ نظر انداز ہو جاتا ہے۔

آٹھویں مثال

﴿وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا

---

1 سورة الزمر،39: 36۔

2 النشر فى القراء ات العشر،2: 362۔ 363۔

3 بيان القرآن،10: 23۔ 24۔

4 فتح محمد جالندھری:حوالہ مذکور: 1089۔

السُّدُسُ﴾[1]

”اور اگر وہ مرد کہ جس کی میراث ہے، باپ بیٹا کچھ نہیں رکھتا، یا عورت جو ایسی ہو اور اس میت کے ایک بھائی یا ایک بہن ہے تو دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے۔“

اس آیت میں ایسی میت کی میراث بیان ہو رہی ہے جس کے کوئی اصول اور فروع نہ ہوں، لیکن اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو، تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔

اس آیت میں حضرت ابی بن کعب کی شاذ قراءات ہے: من اُم یا من الام۔ یعنی اس مقام پر ان سے یہ الفاظ زائد منقول ہیں۔ نیز یہ قراء ت من الأم اور من أم دونوں طرح سے منقول ہے۔[2]

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں لکھتے ہیں:

”اخیافی کی قید پر اجماع ہے۔ اور سعد بن ابی وقاص اور ابی اس کے ساتھ من الام بھی پڑھتے تھے، کذافی روح المعانی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قید بطور تفسیر کے سُنی ہو گی۔“[3]

تفسیر القرطبی میں ہے:

"ولا خلاف بين أهل العلم أن الإخوة للأب والأم أو للأب ليس ميراثهم كهذا. "

”اور اہل علم کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ باپ شریک بہن بھائیوں کی میراث اس طرح نہیں ہے۔“

نیز امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قراءت شاذہ کے قبول ہونے پر اجماع کا بھی ذکر کیا ہے:

" فَأَمَّا هَذِهِ الْآيَةُ فَأَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ الْإِخْوَةَ فِيهَا عَنَى بِهَا الْإِخْوَةَ لِلْأُمِّ." [4]

”بہر حال اس آیت میں علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہاں اخیافی بھائی ہی مراد ہیں۔“

---

1 سورة النساء،4: 12۔

2 معجم القراء ات القرآنيه،2: 116۔

3 بيان القرآن،2: 99۔

4 القرطبي، محمد بن أحمد أبو عبد الله،الجامع لأحكام القرآن،(القاهره:دار الكتب المصرية، 1384ه)،5: 78۔

نیز مولانا تھانوی سورۃ النساء کی آیت نمبر 176 کی تفسیر کے حاشیہ نمبر 3 میں لکھتے ہیں:

"عینی یاعلاتی،لأن أولادالأمّ قد مرَّحُکمُهم فی أول السورة،وعلیه وقع الإجماع" [1]

جبکہ فتح الحمید میں دونوں مقامات پر ترجمہ میں وضاحت موجود نہیں ہے، جس سے ترجمہ تو درست ہے، لیکن مرادی معنی کے تعین میں تشنگی باقی ہے۔[2]

خلاصہ ونتائج بحث

تفسیر بیان القرآن میں قراءاتِ قرآنیہ کو متعدد مقامات پر ملحوظ رکھ کر ہی ترجمہ کیا گیا ہے، البتہ اس بات کا التزام نہیں کیا گیا کہ سب قراءتوں کو ترجمہ کے اندر ہی سمویا جائے، بلکہ جہاں ترجمہ میں لحاظ نہیں کیا گیا وہاں تفسیر میں یا حاشیہ میں ذکر کر دیا گیا ہے، یا پھر آخر میں رسالہ وجوہ المثانی میں ذکر کیا گیا ہے۔

جبکہ فتح الحمید میں بھی قراءاتِ قرآنیہ کو چند مقامات پر ملحوظ رکھ کر ہی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اب ہو سکتا ہے کہ مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے براہ راست خود ان قراءات کے مصادر سے ان قراءات کو حاصل کیا ہو، اور زیادہ امکان یہ ہے کہ مولانا جالندھری نے جن تفاسیر کی بنیاد پر ترجمہ کیا ہے، ان میں ان قراءات کو ملحوظ رکھا گیا ہو۔ البتہ التزام یہاں بھی نہیں کیا گیا۔

قراءت اگر متواتر ہو اور مختلف معنی پر مشتمل ہو تو اس کو نظر انداز کرنا قرآن کی ایک آیت کو نظر انداز کرنے کے مترادف بن جاتا ہے۔

جہاں قراءتِ متواترہ پائی جاتی ہوں وہاں بریکٹ لگائے بغیر ترجمہ میں اس کا معنی شامل کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ وہ تو قرآن کی ایک آیت کا ترجمہ کیا جارہا ہے۔ لہٰذا بریکٹ کا اضافہ وہاں مناسب ہو گا جہاں واقعۃً کوئی اضافہ کیا جارہا ہو۔

شاذ قراءات کی اہمیت یہ ہے کہ ان سے قرآن کے مرادی معنٰی کے سمجھنے میں کافی مدد مل جاتی ہے۔ لہٰذا اگر ترجمہ میں ان کا بھی لحاظ کیا جائے تو ترجمہ زیادہ جامع، مکمل، مرتب اور مستند شکل اختیار کر جائے گا۔

---

[1] بیان القرآن،2: 177

[2] فتح محمد جالندھری:حوالہ مذکور:213و 267۔